مغرب اور مسلمان — ثقافتی ٹکراؤ؟

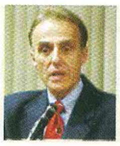

جان ایل ایسپوسیٹو

ہمارے ہاں بالعموم یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اسلام اور مغرب کے بارے میں اہل مغرب یک زباں ہیں اور ان کی رائے منفی ہے۔ یہ مضمون اس تاثر کی نفی کر رہا ہے اور اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مغرب میں اگر ایک طرف رسالت مآب ﷺ کے کاٹون کی اشاعت جیسا مکروہ کام ہو رہا ہے تو دوسری طرف جان ایسپوسیٹو جیسے لوگ بھی موجود ہیں جو حق بات کہنے کی جرأت رکھتے ہیں اور ان اقدامات کی مذمت کرتے ہیں۔

مغربی اخبارات میں شائع ہونے والے حضرت محمد ﷺ کے خاکوں سے ایک ایسے بین الاقوامی تنازعے کا آغاز ہوا، جس کے فوری اور طویل المیعاد خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ یہ متنازعہ خاکے پہلے ڈنمارک اور بعد میں یورپ کے دیگر اخبارات نے شائع کیے، جن کا نشانہ حضرت محمد ﷺ اور اسلام تھے اور ان دونوں کا ربط انتہا پسندی یا پھر دہشت گردی سے قائم کرنا تھا۔ تمام مسلم دنیا میں ہونے والے احتجاج اور مظاہروں کے جواب میں (مغربی) میڈیا نے ان خاکوں کو اظہار رائے کی آزادی کے عنوان سے جائز قرار دیا۔ فرانس کے ''فرانس سوئیر'' اور جرمنی کے ڈائے ویلٹ نے یہاں تک کہا کہ وہ خدا کا عکس بنانے اور مذاہب کی بے حرمتی کا حق رکھتے ہیں۔ (اس تنازعہ کے حوالے سے) یورپ، امریکہ اور لاطینی امریکہ کے میڈیا نے مجھ سے سب سے پہلے یہ سوال پوچھا کہ کیا اسلام مغربی روایات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا؟ کیا ہم تہذیبی ٹکراؤ کی جانب گامزن ہیں؟ میرا خیال ہے کہ کوئی نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے ہمیں یہ ضرور پوچھنا چاہیے کہ ہم کون سی مغربی جمہوری اور سیکولر اقدار کی بات کر رہے ہیں؟ کیا یہ مغربی سیکولرازم ہے، جو یہ نہیں کہتا کہ تمام مذاہب کے لیے گنجائش فراہم کی جائے اور اعتقاد اور بے اعتقادی کو ایک جیسا تحفظ فراہم کیا جائے؟ کیا یہ مغربی ''سیکولر بنیاد پرستی'' ہے جو مذہب کے خلاف ہے اور ۹/ستمبر کے بعد اسلام دشمن بھی بن گئی ہے؟

آج ہم جو کچھ مشاہدہ کر رہے ہیں، اس کا مغربی جمہوری اقدار سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ مغربی میڈیا کا پھیلایا ہوا تاثر ہے، جو مغرب کو ایک غیر ملکیوں سے نفرت کرنے والا اور اسلام سے خوفزدہ معاشرے کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ ان خاکوں کا مقصد (مسلمانوں کی) قوت برداشت کی آزمائش اور اشتعال ہے۔ ان خاکوں کے ذریعے اسامہ بن لادن اور ابومصعب الزرقاوی کا مذاق نہیں اڑایا گیا ہے، بلکہ آزادی اظہار کے بناوٹی دکھاوے کے پردے کے پیچھے ان خاکوں کا مقصد مسلمانوں کی انتہائی مقدس علامات اور اقدار کا مذاق اڑانا ہے۔ ایسے واقعات کو سنسنی خیز شہ سرخیوں کے ذریعے پیش کرنا، ان کی رپورٹنگ اور تخلیق، میڈیا کی آمدنی میں اضافے کا باعث بنے ہیں۔ ڈنمارک میں چھپنے والے خاکوں کی دوبارہ اشاعت کے ذریعے نفع حاصل کرنے کے بارے میں اتنا ہی جوش و خروش پایا گیا، جتنا جوش و خروش حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں معروف یورپی اخبارات نے ڈمی اخباروں کا کردار ادا کیا۔

مسلمانوں کے جذبات کو کیا چیز تحریک دے رہی ہے؟ مسلمانوں کے حالیہ احتجاج سے ۹/ستمبر کے بعد بعض پنڈتوں کی جانب سے کیے جانے والے اس سوال کو بظاہر تقویت ملتی ہے کہ مسلمان ہم سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟ اس سوال کا ایک جواب دیا جاتا ہے اور اس جواب کو ''روایتی دانشمندی'' کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ ''مسلمان ہماری کامیابی، جمہوریت اور آزادی سے متنفر ہیں۔۔۔۔۔۔'' یہ جواب سہل، آسان اور غلط ہے۔ یہ جوابات اس ثقافتی ٹکراؤ کے اہم مسائل کی نشاندہی کرنے میں ناکام رہے ہیں، جو عقیدہ، اسلام میں حضرت محمد ﷺ کے مرکزی کردار اور آپ ﷺ کے اصولی احترام و تعظیم سے متعلق ہیں۔ یہ اہم مسائل واضح طور سے شناخت، احترام یا فقدان احترام اور عوام میں کی جانے والی تذلیل سے متعلق ہیں۔ کیا مغربی مرکزی میڈیا نازیوں کے ہاتھوں یہودیوں کے قتل عام (ہالوکاسٹ) اور یہودیوں کے خاکے شائع کر سکتا ہے؟ فرض کیجیے کہ اہم مغربی میڈیا یہودیوں اور ہالوکاسٹ کے خاکے شائع کرنے کی جسارت کرے، تو کیا میڈیا سزا سے بریٔ الذمہ

ہوسکتا ہے؟ فرانس کے ربی اعلیٰ جوزف سترک کے مطابق مذاہب کی تضحیک و تذلیل کرنے اور خاکے بنانے سے مغرب کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ انھوں نے مزید کہا کہ یہ ایمانداری اور احترام کے فقدان کے مظاہر ہیں اور آزادی اظہار ایک ایسا حق نہیں ہے، جس کی حدود مقرر نہ کی گئی ہوں۔ حال ہی میں مکمل کی گئی گیلپ ورلڈ کی رائے

> حضرت محمدﷺ اور اسلام کے توہین آمیز خاکے، جن میں محمدﷺ اور اسلام کا ربط دہشت گردی کے ساتھ قائم کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے، ان خاکوں نے مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے ہیں۔

شماری، جس میں مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک مسلمانوں کا سروے پیش کیا گیا ہے، کروڑوں مسلمانوں کی آوازوں کو سننے کے بعد اسلام سے متعلق اعداد و شمار پر مبنی جوابات ہمیں فراہم کیے گئے ہیں۔ اس اہم اور ابتدائی گیلپ سروے میں حقائق اور بڑے پیمانے پر اثر انداز ہونے والے غم و غصہ کے اسباب کا حقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جب یہ سوال کیا گیا کہ وضاحت کریں کہ عرب/مسلم دنیا کے ساتھ تعلقات میں بہتری لانے کے لیے مغربی معاشرے کس قسم کے اقدامات کر سکتے ہیں؟ تو ایران سے ۴۷ فیصد، سعودی عرب سے ۴۶ فیصد، مصر سے ۴۳ فیصد، ترکی وغیرہ سے ۴۱ فیصد لوگوں کا اکثریتی جواب یہ تھا کہ مغربی معاشرے اسلام کے بارے میں مزید فہم اور احترام کا مظاہرہ کریں، کم تعصب ظاہر کریں اور اسلام کو بدنام نہ کریں۔ اس سروے کے مطابق بڑی تعداد میں مسلمان ٹیکنالوجی کے میدان میں مغرب کی کامیابی، ان کی حریت اور آزادی اظہار کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ مثال کے طور پر اگر آپ کسی نئے ملک کے لیے آئین کا مسودہ تیار کر رہے ہوں اور اگر آپ سے کہا جائے کہ اس آئین میں ایک ایسی دفعہ شامل کریں، جس کی رو سے تمام شہریوں کو آج کے زمانے کے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل پر اظہار رائے کی آزادی حاصل ہو، تو مصر سے ۹۴ فیصد، بنگلہ دیش سے ۹۷ فیصد، لبنان وغیرہ سے ۹۸ فیصد غالب اکثریت کا جواب مثبت تھا۔

حضرت محمدﷺ اور اسلام کے توہین آمیز خاکے، جن میں محمدﷺ اور اسلام کا ربط دہشت گردی کے ساتھ قائم کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے، ان خاکوں نے مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے ہیں۔ اور ان کے ذریعے مسلمانوں کی تکالیف میں اضافہ کیا گیا ہے، ان کی تذلیل کی گئی ہے اور انہیں سماجی طور پر تنہا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ان خاکوں کے نتیجے میں مغرب اور اعتدال پسند مسلمانوں کے درمیان فاصلہ بڑھا ہے اور نادانستہ طور پر یہ ایک ایسی کوشش ہے، جس کے نتیجے میں اعتدال پسند مسلمان انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں کھیلنے پر مجبور ہوں گے۔ ان خاکوں سے ان مطلق العنان حکمرانوں کو تقویت ملی ہے، جو یہ الزام لگاتے ہیں کہ جمہوریت مذہب کے خلاف ہے اور جمہوریت اسلام سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی۔

ہماری منزل کیا ہے؟

مسلم دنیا میں امریکی بالادستی کے منصوبوں میں یورپ کی مزید شمولیت کی امریکی خواہش اور اس سلسلے میں یورپ کی بظاہر رضامندی کے نتیجے میں مغرب اس غالب نقطۂ نظر کو کافی حد تک تقویت بخش دے گا اور اکثریت کو اس نقطہ نظر کا قائل کردے گا کہ فی الحقیقت یہ تہذیبوں کا ٹکراؤ اور اسلام کے خلاف ایک صلیبی جنگ ہے، جس کی رہنمائی اسلام سے خوفزدہ مغرب کر رہا ہے۔ گوانتاناموبے میں امریکی تفتیش کاروں کی جانب سے قرآن پاک کی بے حرمتی اور حالیہ متنازعہ خاکے جن کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکایا گیا، ان خاکوں کے بارے میں یورپی یونین کی جانب سے ڈنمارک کے ساتھ یکجہتی کے بیہودہ مظاہرے سے متعلق حالیہ انکشافات کے نتیجے میں کئی مسلمانوں اور مغربی لوگوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مغرب تہذیبوں کے ٹکراؤ کے نظریے کو تقویت بخش رہا ہے۔ اس نقطۂ نظر کو مزید تقویت میونخ کانفرنس کے دوران رمزفیلڈ کی جانب سے یورپ اور امریکہ کے تذکرہ سے ہوئی ہے۔ رمزفیلڈ کے مطابق یورپ اور امریکہ نہ صرف مشترکہ جنگی مفادات رکھنے والے اتحادی ہیں، بلکہ یہ دونوں طاقتیں ''ایک ایسی کمیونٹی پر مشتمل ہیں جو مشترکہ تاریخ، مشترکہ اقدار اور جمہوریت پر غیر متزلزل یقین رکھتی ہیں'' اور یہ دونوں طاقتیں ''مہذب دنیا'' پر مشتمل ہیں اور انہیں ایک ایسی جنگ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جس کا اعلان ایسی قوتوں نے کیا ہے جو ''ایک عالمگیر انتہا پسند اسلامی سلطنت'' قائم کرنا چاہتی ہیں۔

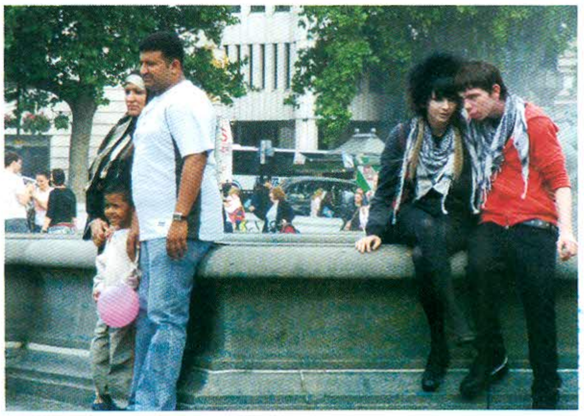

اس تصادم کے بارے میں رمزفیلڈ کی جانب سے عجیب و غریب اور من پسند انداز میں کی گئی تصویر کشی میں مغرب پر تنقید کرنے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی گئی ہے۔ فی الحقیقت میونخ کانفرنس کے موقع پر رمزفیلڈ کی تقریر میں مختلف اسلامی تحریکوں کے مقاصد کے درمیان فرق واضح کرنے کی کوئی کوشش ہمیں نظر نہیں آتی اور نہ ہی اس تقریر میں عراق میں امریکہ کی ناکام پالیسیوں کا کوئی اعتراف نظر آتا ہے اور مسلمانوں کے بہت سے جائز مسائل جن کا مسلمان بار بار ذکر کرتے ہیں، ان مسائل کو پیدا کرنے کے سلسلے میں مغرب نے جو تاریخی کردار ادا کیا، اس تقریر میں

اس تاریخی کردار کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔اس کی بجائے، رمزفیلڈ نے اس تقریر میں مہمل اور اپنی خواہش کی تکمیل کرنے والے اس فرسودہ فقرے کا اعادہ کیا کہ تصادم مسلم دنیا کے اندر موجود ہے اور اس تقریر میں مسلمانوں کی ایک ایسی تصویر کشی کی گئی ہے، جس کے مطابق مسلمان آزادی کے بارے میں خیر سگالی پر مبنی مغربی پیغام کو

> آج ہم جو کچھ مشاہدہ کر رہے ہیں، اس کا مغربی جمہوری اقدار سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ مغربی میڈیا کا پھیلایا ہوا تأثر ہے، جو مغرب کو ایک غیر ملکیوں سے نفرت کرنے والا اور اسلام سے خوفزدہ معاشرے کے طور پر پیش کر رہا ہے۔

ماننے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہے ہیں اور مغرب آزادی کے بارے میں خیر سگالی کے اس پیغام کا پرچار کرنے میں مصروف ہے۔

آزادئ تقریر جیسے اہم اصول اور اقدار پر سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم آزادی کا وجود خلا میں نہیں ہوتا اور حدود و قیود کے بغیر آزادی قابل عمل نہیں ہوتی۔ کئی ممالک میں نفرت پر مبنی تقریر (جیسا کہ نازیوں کے ہاتھوں یہودیوں کے قتل عام (ہالوکاسٹ) سے انکار، نسلی منافرت پر اکسانا، نسل کشی کی حمایت کرنا) ایک فوجداری جرم ہے، جو نفرت پر اکسانے سے متعلق قانون کے تحت منع ہے۔ ہماری مغربی سیکولر جمہوریتیں نہ صرف آزادی اظہار کی نمائندگی کرتی ہیں، بلکہ آزادی مذہب کی بھی ترجمانی کرتی ہیں۔ اعتقاد اور بے اعتقادی کو یکساں تحفظ دینے کی ضرورت ہے۔ ایک کثیر المذہبی معاشرے میں آزادی مذہب کے معنی یہ ہونے چاہئیں کہ بعض چیزیں جو مقدس ہوتی ہیں، انہیں مقدس ہی سمجھا جائے۔ اسلام سے خوف جو مغرب میں ایک سماجی ناسور بنتا جا رہا ہے، مغرب جس طرح یہود کی مخالفت برداشت نہیں کرتا، بالکل اسی طرح اسلام سے خوف بھی مغرب میں ناقابل قبول ہونا چاہئے کیونکہ اسلام سے خوف ہماری کثیر الثقافتی جمہوری طرز زندگی کے لیے ایک خطرہ ہے۔ یوں سیاسی و مذہبی رہنماؤں، تبصرہ نگاروں، ماہرین اور میڈیا پر یہ لازم ہے کہ وہ ہماری عمدہ اقدار کو فروغ دینے اور ان کے تحفظ کے سلسلہ میں رہنما کردار ادا کرے۔

مسلمانوں کے ردعمل کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟ مسلمان رہنماؤں پر شدید دباؤ ڈالا گیا ہے کہ وہ بحیثیت شہری اپنے عقیدے اور حقوق کا اعلان کرتے ہوئے، اظہار رائے کی آزادی کی پرزور تائید کرتے ہوئے اور تعصب کی آڑ میں آزادئ اظہار رائے کے غلط استعمال کو مسترد کرتے ہوئے، نئے سرے سے بحث کا آغاز کریں۔ اختلاف رائے کی جائز صورتوں اور پرتشدد مظاہروں یا سفارتخانوں پر حملے جس سے صورتحال خراب ہوتی ہے اور جس سے روایتی نظریات کے حامل بعض مغربی لوگوں کو تقویت ملتی ہے، کے درمیان فرق واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ اور یورپ سے لے کر مسلم دنیا تک کئی مسلمان رہنما جو عوام کے سامنے، ضبط اور صبر کرنے کی پرزور حمایت کرتے ہیں اور تشدد کی سختی سے مذمت کرتے ہیں، ایسے رہنما ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

عالمگیریت، کثیر الثقافتی اور کثیر المذہبی میدان میں آگے بڑھتا ہوا مغرب ہماری عمدہ جمہوری اقدار کے جوہر کا امتحان لے رہا ہے۔ حالیہ خاکوں کے تنازعے کے نتیجے میں برداشت اور ایسا معاشرتی نظام جس میں مختلف ثقافتی اقلیتوں کو اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کا حق حاصل ہو (pluralism)، کی اہمیت بڑھی ہے۔ غیر مسلموں اور مسلمانوں کی جانب سے یکساں احترام اور عظیم تر باہمی مفاہمت وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ترجمہ: سید مراد علی شاہ

یورپ: بوسنیا کے ایک شہر کا خوبصورت منظر